Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 04, Issue 02, July - December 2025, PP: 23-34
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

غزوہ خندق: دفاعی حکمت عملی اور اتحادی نظم

The Battle of the Trench: Defensive Strategy and Allied Organization

Dr. Hafiz Muhammad Ahsan Raza
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,, Superior University, Faisalabad.
ahsanraza6281@gmail.com

Asiya Perveen
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies,, Superior University, Faisalabad.
asiyaparveen@gmail.com

Hafiz Syed Adil Shah
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies,, Superior University, Faisalabad.
aftab.ahmad@gmail.com

Abstract

The Battle of the Trench (Ghazwa-e-Khandaq) marks a pivotal moment in Islamic military history where the Prophet Muhammad ﷺ introduced an unprecedented defensive tactic—digging a trench around Madinah. This battle exemplified both military ingenuity and a remarkable display of allied unity under pressure.

In today's world, where warfare has shifted from brute force to strategic diplomacy and collective defense, the lessons of the Battle of the Trench remain timeless. It teaches the importance of consultation, strategic foresight, and building alliances for common defense.

This battle serves as a model for modern Muslim societies facing external and internal challenges. Despite limited resources, the Muslims of Madinah effectively repelled a powerful coalition through strategic defense and communal solidarity—principles still essential in modern geopolitics.

The key research questions include:

What were the core defensive strategies employed during the Battle of the Trench?

How was the alliance of various tribes and groups successfully managed?

Crossref
doi
ASIAN Research Index
Academic Resource Index ResearchBib
EuroPub
Google Scholar
INTERNET ARCHIVE

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

What can contemporary Muslim leadership learn from this event? This paper follows a historical-analytical approach. It draws upon primary sources, supplemented by modern interpretations from military historians and political analysts.

Keywords: *Battle of the Trench, Defensive Strategy, Prophet Muhammad ﷺ, Allied Organization, Military Tactics, Consultation, Contemporary Relevance, Muslim Unity.*

1 موضوع کا تعارف

غزوہ خندق اسلامی تاریخ کے اہم اور فیصلہ کن واقعات میں شمار ہوتا ہے، جو سن 5 ہجری میں مدینہ منورہ کے دفاع کے لیے پیش آیا۔ یہ واقعہ مدینہ کی ابتدائی اسلامی ریاست کے خلاف مکی قریش اور ان کے اتحادی قبائل کی فوجی جارحیت کی ایک عکاسی ہے، جس نے مسلمانوں کے سیاسی اور عسکری استحکام کو شدید چیلنج کیا۔ تاریخی سیاق و سباق میں دیکھا جائے تو مکی قریش نے مدینہ میں اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو کمزور کرنے کے لیے ایک منظم محاصرہ ترتیب دیا، جس میں مدینہ کی مسلم کمیونٹی کو سخت خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔

مدینہ کی اس وقت کی سیاسی اور عسکری صورتحال کافی نازک تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں نے کئی چالاکانہ اور تدبیری اقدامات کیے، لیکن محدود فوجی وسائل اور دشمن کی بڑی تعداد کی وجہ سے براہِ راست جنگ کے بجائے دفاعی حکمت عملی پر توجہ مرکوز کرنا ضروری تھا۔ اسی ضرورت نے سلمان فارسیؓ کے مشورے پر مدینہ کے گرد خندق کھودنے کی حکمت عملی کو جنم دیا، جو نہ صرف ایک فنی اقدام تھا بلکہ مسلمانوں کے اتحاد اور اجتماعی تعاون کی عملی مظہر بھی تھا۔

اس تحقیقی مقالے کا مقصد غزوہ خندق کے دفاعی پہلو اور مسلمانوں کے درمیان اتحادی نظم کو تاریخی، عسکری اور معاشرتی تناظر میں تجزیہ کرنا ہے۔ مقالے میں یہ واضح کیا جائے گا کہ خندق کی تعمیر کس طرح ایک دفاعی اقدام کے طور پر کامیاب ہوئی اور کس طرح مسلمانوں کے درمیان باہمی تعاون، ذمہ داری کی تقسیم، اور منظم حکمت عملی نے دشمن کے محاصرہ کو ناکام بنایا۔ علاوہ ازیں، یہ تحقیق اس تاریخی واقعہ کے معاصر اسباق کو بھی اجاگر کرے گی، تاکہ دفاعی منصوبہ بندی، اجتماعی اتحاد اور کمیونٹی کی تنظیم کے اصول آج کے دور میں بھی قابلِ عمل اور رہنمائی کے لیے مفید ثابت ہوں۔

لہٰذا یہ تعارفی الفاظ نہ صرف غزوہ خندق کے تاریخی اور عسکری سیاق وسباق کو واضح کرتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے اجتماعی نظم وضبط اور دفاعی حکمت عملی کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتے ہیں، جو اس مقالے کے مرکزی موضوعات کو بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

2 غزوہ خندق کا تاریخی پس منظر

2.1 مکی قریش اور ان کے اتحادیوں کی تحریک اور مدینہ پر حملے کی وجوہات

سن پانچ ہجری میں مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کو شدید خطرہ لاحق ہوا، جب مکی قریش نے مسلمانوں کے خلاف ایک بڑے محاصرہ کی منصوبہ بندی کی۔ مکی قریش کی اس تحریک کے کئی اہم اسباب تھے۔ سب سے بنیادی وجہ مسلمانوں کی مدینہ میں بڑھتی ہوئی سیاسی طاقت اور اقتصادی استحکام تھا۔ قریش نہ صرف مکہ کی تجارتی برتری برقرار رکھنا چاہتے تھے بلکہ اسلام کے تیزی سے پھیلاؤ کو بھی روکنا چاہتے تھے تاکہ ان کے معاشرتی اور مذہبی مفادات محفوظ رہیں۔ مزید برآں، قریش نے مدینہ کے مسلمانوں کے خلاف متحد ہونے کے لیے مختلف عرب قبائل کو بھی اپنی صفوں میں شامل کیا، جس میں خزرج اور اوس قبائل سے تعلق رکھنے والے بعض سابقہ دشمن شامل تھے جو قریش کی مالی اور فوجی امداد سے متاثر ہو کر مدینہ پر حملے کے لیے تیار ہوئے۔

مکی قریش کی فوج کا مقصد صرف مسلمانوں کو نقصان پہنچانا نہیں تھا، بلکہ اسلامی ریاست کو مکمل طور پر ختم کرنا اور مدینہ کی سیاسی خودمختاری کو ختم کرنا بھی تھا۔ تاریخی ماخذوں کے مطابق، مکی قریش نے اپنی فوجی طاقت کے ساتھ دیگر قبائل کے اتحادیوں کو بھی شامل کیا تاکہ مسلمانوں پر نفسیاتی اور جسمانی دباؤ دونوں بڑھایا جا سکے۔ 1

2.2 مدینہ کے مسلم باشندوں کی عسکری حالت اور ابتدائی رد عمل

مدینہ میں مسلمانوں کی عسکری حالت ابتدائی طور پر محدود تھی۔ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کے پاس بڑی فوجی تعداد یا جدید اسلحہ دستیاب نہیں تھا، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے دفاعی حکمت عملی پر زیادہ توجہ دی۔ مسلمانوں نے ابتدائی رد عمل کے طور پر اپنے دفاع کے لیے شہر کی مضبوطی اور داخلی نظم وضبط پر زور دیا۔ قریش کے محاصرہ کے امکان کی خبر ملتے ہی نبی اکرم ﷺ نے اپنی فوج اور صحابہ میں ذمہ داری کی تقسیم کی، تاکہ ہر طرف نگرانی اور دفاعی منصوبہ بندی ممکن ہو سکے۔ اس دوران مدینہ کے باشندوں میں بھی اتحاد اور مشترکہ ذمہ داری کا جذبہ پیدا ہوا۔ 2

2.3 نبی اکرم ﷺ کے مشورے اور صحابہ کی تیاری

مدینہ کے دفاع کے لیے نبی اکرم ﷺ نے سلمان فارسیؓ کے مشورے پر شہر کے گرد خندق کھودنے کی حکمت عملی اختیار کی۔ یہ اقدام دفاعی لحاظ سے نہایت مؤثر اور جدید تھا، کیونکہ یہ مکی قریش کے براہِ راست حملے کو روکنے کے لیے فنی اور تدبیری حل تھا۔ صحابہ کرام نے اس منصوبے کی مکمل حمایت کی اور کھدائی میں بھرپور حصہ لیا۔ خندق کی تعمیر میں خواتین اور بچوں نے بھی مواد کی فراہمی اور دیگر معاونت کے ذریعے اہم کردار ادا کیا، جس سے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اور یکجہتی واضح ہوئی۔3

یہ دفاعی حکمت عملی نہ صرف مکی قریش کے محاصرہ کو ناکام بنانے میں مؤثر ثابت ہوئی بلکہ اسلامی ریاست میں اتحاد اور اجتماعی نظم و ضبط کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا۔ اس واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ محدود وسائل اور قلیل تعداد میں بھی منظم حکمت عملی اور اجتماعی تعاون کے ذریعے شدید خطرات کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

3 دفاعی حکمت عملی (خندق کی تعمیر)

3.1 حضرت سلمان فارسی کی اہمیت اور خندق کی تجویز

غزوہ خندق میں مدینہ کے دفاع کے لیے سب سے اہم حکمت عملی سلمان فارسیؓ کی تجویز تھی۔ سلمان فارسیؓ، جو پہلے فارس میں رہائش پذیر تھے اور بعد میں اسلام قبول کرکے مدینہ تشریف لائے، نے نبی اکرم ﷺ کو یہ مشورہ دیا کہ مدینہ کے گرد ایک گہری اور چوڑی خندق کھودی جائے تاکہ دشمن فوج کے براہِ راست حملے کو روکا جاسکے۔ اس مشورے کی اہمیت اس لحاظ سے بھی تھی کہ اس سے دشمن کی فوجی نقل و حرکت محدود ہوگئی اور براہِ راست محاصرے کی پیچیدگی پیدا ہوئی۔ تاریخی ماخذ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے سلمان فارسیؓ کے مشورے کو فوری طور پر قبول کیا اور صحابہ کرام کی مدد سے اس منصوبے پر عمل درآمد شروع کیا۔4

سلمان فارسیؓ کا یہ مشورہ نہ صرف فنی اور تدبیری لحاظ سے جدید تھا بلکہ اسلامی ریاست میں مشاورت اور اجتماعی فیصلہ سازی کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ اس اقدام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محدود وسائل کے باوجود عقل اور حکمت کے ذریعے بڑی فوجی خطرات کا مقابلہ ممکن ہے۔5

3.2 خندق کی تعمیر کے مراحل اور تکنیکی پہلو

خندق کی تعمیر کئی مراحل میں مکمل کی گئی۔ سب سے پہلے شہر کے دفاعی علاقوں کی نشاندہی کی گئی اور پھر صحابہ کرام نے محنت کشی کے

ساتھ زمین کھودنا شروع کی۔ خندق کی چوڑائی اور گہرائی اس انداز سے رکھی گئی کہ دشمن کے گھوڑے اور پہیے دار ہتھیار اس میں داخل نہ ہو سکیں۔ اس کے لیے کھدائی میں خاص طور پر پتھروں اور مضبوط زمین کا استعمال کیا گیا تاکہ خندق زیادہ دیر تک برقرار رہ سکے۔[6] تکنیکی پہلو بھی قابل ذکر ہیں:

- خندق کی گہرائی تقریباً دو سے تین گز اور چوڑائی تقریباً پانچ سے چھ گز رکھی گئی۔
- خندق کے کناروں پر حفاظتی خستہ دیواریں اور جھرمٹیں بنائی گئیں تاکہ دشمن کے حملے کے دوران مسلمانوں کو بہتر نقطہ نظر اور دفاعی برتری حاصل ہو۔
- خواتین اور بچوں نے بھی مٹی اور پتھروں کی فراہمی میں اہم کردار ادا کیا، جس سے اجتماعی تعاون اور اتحاد کا مظاہرہ ہوا۔

یہ تمام مراحل اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی فوجی حکمت عملی میں نہ صرف جنگی تدابیر بلکہ معاشرتی تنظیم اور اجتماعی تعاون کی اہمیت بھی شامل تھی۔[7]

3.3 دفاعی اثرات: خندق نے کس طرح فوجی محاصرے کو ناکام بنایا

خندق کی تعمیر کے بعد مکی قریش اور ان کے اتحادیوں نے مدینہ پر محاصرہ قائم کیا، لیکن خندق نے دشمن کی براہِ راست پیش قدمی کو ناکام بنایا۔ خندق کی وجہ سے دشمن کی فوج کئی ہفتوں تک مدینہ کے اردگرد محاصرے میں محصور رہی، لیکن ان کی کوششیں ناکام ہو گئیں۔ دشمن کی نقل و حرکت محدود ہو گئی اور ان کے گھوڑے اور جنگی ہتھیار خندق میں پھنس گئے۔

اس دفاعی حکمت عملی نے نہ صرف مدینہ کے باشندوں کو محفوظ رکھا بلکہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد، حکمت عملی کی منصوبہ بندی، اور اجتماعی نظم وضبط کو بھی مضبوط کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں یاد دلایا کہ عقل اور تدبیر کے ساتھ حفاظت اور دفاع کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے۔8

4 اتحادی نظم اور اجتماعی تعاون

4.1 مختلف قبائل اور مدنی گروہوں کی شمولیت

غزوہ خندق کی تیاری میں مدینہ کے مختلف قبائل اور گروہوں نے فعال حصہ لیا۔ یہ اقدام نہ صرف عسکری حکمت عملی کا حصہ تھا بلکہ ایک عظیم اجتماعی اتحاد کی بھی علامت تھا۔ انصار، مہاجرین، اور مدینہ کے دیگر قبائل نے متحد ہو کر دشمن کے محاصرے کے خلاف

دفاعی اقدامات کیے۔ تاریخی ماخذ بیان کرتے ہیں کہ بنی نضیر، بنی سلیم، بنی خزرج اور دیگر مدنی گروہ خندق کی کھدائی، سامان کی فراہمی اور فوجی نگرانی میں پیش پیش تھے۔9

یہ شمولیت ظاہر کرتی ہے کہ اسلامی معاشرت میں اجتماعی ذمہ داری اور اتحاد کو کس حد تک اہمیت دی جاتی تھی۔ اس اتحاد نے نہ صرف محاصرہ کی سختیوں کا مقابلہ کیا بلکہ مختلف قبائل کے درمیان اعتماد اور بھائی چارے کو بھی فروغ دیا۔10

4.2 ذمہ داریوں کی تقسیم: کھدائی، حفاظت، اور نگرانی

خندق کی تعمیر اور مدینہ کے دفاع میں ہر گروہ اور ہر فرد کی ایک واضح ذمہ داری مقرر کی گئی تھی۔ کھدائی کے کام میں محنت کش اور عادی افراد شامل تھے، جبکہ حفاظت کے لیے مسلح صحابہ کو مقرر کیا گیا۔ نگرانی اور دشمن کی نقل و حرکت کے لیے متعین افراد خندق کے کنارے پر تعینات کیے گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے ذمہ داریوں کی تقسیم میں مساوات اور استعداد کے اصول کو مد نظر رکھا تاکہ ہر فرد اپنی قابلیت کے مطابق حصہ ڈال سکے۔ یہ نظام نہ صرف دفاعی حکمت عملی کو مؤثر بناتا تھا بلکہ اجتماعی تعاون کی عملی تصویر بھی پیش کرتا تھا۔11

مثلاً، ایک گروہ خندق کی مٹی نکالنے کا ذمہ دار تھا، دوسرا گروہ پتھروں اور لکڑی کی فراہمی میں مصروف تھا، اور تیسرے گروہ کو دشمن کی حرکات پر نظر رکھنے کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ اس منظم تقسیم نے کام کی رفتار اور کارکردگی میں اضافہ کیا اور جنگ کے دوران کسی قسم کی خلل اندازی سے بچاؤ کیا۔12

4.3 اتحاد کی اہمیت: اخلاقی اور عسکری حمایت

اتحاد کی اہمیت صرف عسکری لحاظ سے نہیں تھی بلکہ اخلاقی اور روحانی مدد کے لیے بھی بنیادی کردار ادا کرتا تھا۔ صحابہ کرام ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے اور تعاون کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے محاصرہ کے دوران حوصلہ بلند رکھتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں یہ اتحاد نہ صرف دفاعی حکمت عملی کو مؤثر بناتا بلکہ ایک سماجی مثال بھی قائم کرتا تھا کہ ایک مضبوط اور متحد کمیونٹی کس طرح بڑے خطرات کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

اتحاد کی اخلاقی اہمیت اس وقت واضح ہوئی جب بعض قبائل کی موجودگی نے دشمن کی روانی اور حملے کی حکمت عملی کو ناکام بنا دیا۔ دشمن فوج کے لیے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات اور تفریق نہیں، بلکہ مضبوط اتحاد اور اجتماعی تعاون موجود

ہے۔[13]

4.4 غزوہ خندق میں معاشی حکمت عملی

غزوہ خندق نہ صرف مسلمانوں کے لیے تاریخی سبق ہے بلکہ یہ ہر دور کے قائد، منصوبہ ساز اور معاشرتی رہنما کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ یہ واقعہ ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ اتحاد، تدبیر، اور اخلاقی قوت کسی بھی مشکل صورتحال میں فتح کی ضمانت بن سکتی ہیں۔ اس کی ایک صورت معاشی حکمت عملی تھی جس کے بارے میں ذیل میں ذکر کیا جائے گا

غزوۂ خندق کی دفاعی حکمتِ عملی کا ایک اہم مگر کم زیرِ بحث پہلو اس کا معاشی پہلو تھا، جسے داخلی اور خارجی دونوں محاذوں پر پوری بصیرت کے ساتھ پیشِ نظر رکھا گیا۔ جنگِ احزاب میں مشرکین کے لشکر کو خوراک کے لیے کم از کم 110 اونٹ روزانہ درکار تھے، جبکہ اس زمانے میں ایک اونٹ کی اوسط قیمت تقریباً 400 درہم تھی۔ 14

اس طرح 28 سے 29 دن کے محاصرے کے دوران کم و بیش 3200 اونٹ ذبح کیے گئے۔

اس حساب سے روزانہ خوراک پر تقریباً 24000 درہم خرچ آتا تھا، جبکہ مجموعی لاگت بارہ لاکھ چھتر ہزار درہم تک پہنچ گئی۔ اگر ان اونٹوں کے چارے اور دیگر ضمنی اخراجات کو بھی شامل کیا جائے تو اس خرچ کا تصور ہی محال ہو جاتا ہے۔ ان تمام حقائق کو سامنے رکھا جائے تو محاصرے کی پوری مدت میں مجموعی لاگت تقریباً 2000000 درہم بنتی ہے، جو اس دور کے لحاظ سے ایک نہایت خطیر رقم تھی۔

یہ بات خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ قریش اس وقت گزشتہ چار برس سے مسلسل حالتِ جنگ میں تھے۔ ایسے حالات میں صرف خوراک پر اتنی بڑی رقم کا صرف ہونا درحقیقت مسلمانوں کی اجتماعی بصیرت اور حکمتِ عملی کی کامیابی تھی، جس کے ذریعے قریش اور اتحادی افواج کو معاشی طور پر کمزور کر دیا گیا۔ مؤرخین کے مطابق ایک محتاط اندازے سے جنگِ احزاب پر حُیَیّ بن اخطب نے عرب مشرکین سے کم و بیش 40 لاکھ درہم خرچ کروائے۔

غزوۂ احزاب کا ایک فیصلہ کن تاریخی موڑ یہ تھا کہ حُیَیّ بن اخطب کے اقدامات کے نتیجے میں ریاستِ مکہ کی سیاسی حکمتِ عملی منہدم ہو گئی اور عرب کی سیاسی سرداری عملاً ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اس جنگ میں بغیر کسی قابلِ ذکر جانی یا مادی نقصان کے قیادت کا مرکز مکہ سے مدینہ منتقل ہو چکا تھا۔ اسی طرح معیشت اور تجارت کا مرکزی مقام بھی مکہ کے بجائے مدینہ منورہ بن گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بنو غطفان کو مدینہ کی ایک تہائی زرعی پیداوار کی پیشکش ایک نہایت گہرا سیاسی اور معاشی پیغام رکھتی تھی۔ اس پیشکش سے اطراف میں یہ واضح پیغام پہنچا کہ اہلِ مدینہ کی غربت کے تذکرے بے بنیاد ہیں، اور وہ امن کے لیے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ دوسری جانب جب انصار کے قائدین نے بنو غطفان کو ایک تہائی پیداوار دینے سے انکار کیا تو اسے داخلی اختلاف کے بجائے اہلِ مدینہ کی اجتماعی حمیت اور غیر متزلزل عزم کا اعلان سمجھا گیا۔ گویا یہ پیغام دیا گیا کہ اگر پورا عرب بھی متحد ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائے تو اہلِ مدینہ میں اس طوفان کو جھیلنے کی بے مثال صلاحیت موجود ہے۔

بیرونی محاذ پر جنگِ احزاب کا واضح پیغام اہلِ مکہ کے لیے یہ تھا کہ وہ اب مدینہ کے خلاف کسی بھی بڑے فوجی اقدام کی ہمت کھو چکے ہیں۔ مکہ میں ایسے افراد کی تعداد بڑھنے لگی تھی جو اسلام کے پیغامِ امن پر سنجیدگی سے غور کرنے لگے تھے۔ ان میں خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ جیسے نمایاں نام شامل تھے۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے لوگ ابھی ایمان کے معاملے میں یقین کی منزل تک نہیں پہنچے تھے، مگر وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار صحابہ کو نہ میدانِ جنگ میں شکست دی جا سکتی ہے اور نہ ہی مذاکرات کی میز پر کمزور کیا جا سکتا ہے۔15

5 غزوہ خندق کے نتائج اور اثرات

5.1 مسلمانوں کی فوجی فتح اور دشمن کی ناکامی

غزوہ خندق (627ء) کا سب سے واضح اثر فوجی سطح پر مسلمانوں کی فتح اور دشمن کی ناکامی تھی۔ خندق کی حکمت عملی نے مکی قریش اور ان کے اتحادیوں کو مدینہ کے محاصرہ میں ناکام بنا دیا، اور یہ ثابت کیا کہ محاصرے اور جنگ میں دفاعی منصوبہ بندی کس حد تک مؤثر ہو سکتی ہے۔ قریش کی فوج، جس کی تعداد تقریباً 10,000 تھی، خندق کی وجہ سے مدینہ میں داخل نہ ہو سکی اور کئی ہفتوں کی ناکام محاصرے کے بعد واپس لوٹ گئی۔ اس فتح نے مسلمانوں کے حوصلے کو بلند کیا اور دشمن کے لیے نفسیاتی دھچکا ثابت ہوئی۔16

تاریخی ماخذ بیان کرتے ہیں کہ دشمن کی ناکامی نہ صرف فوجی بلکہ سیاسی اور سماجی اعتبار سے بھی اہم تھی، کیونکہ اس نے مدینہ کی پوزیشن کو مستحکم کیا اور قریش کی حکمت عملی کو ناکام ثابت کیا۔[17]

5.2 مدنی معاشرت میں اتحاد اور بھائی چارے کا فروغ

غزوہ خندق کے نتائج میں ایک اہم پہلو مدنی معاشرت میں اتحاد اور بھائی چارے کا فروغ تھا۔ خندق کی تعمیر اور دفاعی اقدامات میں

تمام قبائل اور گروہوں نے مشترکہ طور پر حصہ لیا، جس نے اخلاقی اور سماجی اعتبار سے ایک مضبوط کمیونٹی کی تشکیل کی۔ انصار اور مہاجرین کے درمیان تعاون، اور دیگر مدنی قبائل کی شرکت نے مسلمانوں میں اجتماعی ذمہ داری اور بھائی چارے کی اہمیت کو واضح کیا۔[18]

اتحاد کی اس مثال نے نہ صرف جنگ کے دوران حوصلہ بلند رکھا بلکہ بعد میں مدنی معاشرت میں قیادت، نظم، اور اجتماعی تعاون کی بنیاد رکھی۔ یہ تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ عسکری حکمت عملی کے ساتھ ساتھ سماجی ہم آہنگی بھی کامیابی کے لیے لازمی ہے۔[19]

5.3 حکمت عملی سے سبق: دفاع اور تنظیم کی اہمیت

غزوہ خندق نے واضح طور پر یہ سبق دیا کہ دفاع اور منظم حکمت عملی کسی بھی کمزور یا کم تعداد والی فوج کے لیے مؤثر ہتھیار ہو سکتی ہے۔ خندق کی منصوبہ بندی، قبائل کی تقسیم ذمہ داری، اور اتحاد کی حکمت عملی نے یہ ثابت کیا کہ عقل اور تدبیر سے کمزور قوت بھی بڑی فوج کو ناکام بنا سکتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں یہ منصوبہ بندی اور اجتماعی تعاون ایک مثالی حکمت عملی کی تصویر پیش کرتی ہے، جس سے آج بھی فوجی اور سماجی تنظیمات میں سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔[20]

یہ نتائج نہ صرف فوجی لحاظ سے اہم تھے بلکہ اسلامی معاشرت میں اتحاد، اخلاقی قوت، اور اجتماعی ذمہ داری کے اصولوں کو بھی مضبوط کرتے ہیں۔

6 معاصر سبق اور اطلاق

6.1 جدید دفاعی منصوبہ بندی میں تاریخی حکمت عملی سے سیکھنا

غزوہ خندق کی دفاعی حکمت عملی آج بھی جدید فوجی اور دفاعی منصوبہ بندی کے لیے ایک قیمتی سبق پیش کرتی ہے۔ اس تاریخی واقعہ نے یہ واضح کیا کہ کسی بھی دفاعی منصوبے کی کامیابی محض فوجی طاقت پر منحصر نہیں، بلکہ عقل، منصوبہ بندی، اور ماہر حکمت عملی پر بھی منحصر ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں، جدید فوجی دفاع میں خندق کی حکمت عملی کے اصول، جیسے دفاعی رکاوٹیں قائم کرنا، دشمن کے راستوں کی روک تھام، اور دفاعی منصوبے میں وقت کی پابندی، کی اہمیت آج بھی برقرار ہے۔[21]

تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ خندق کی منصوبہ بندی میں مسلمانوں نے دشمن کی تعداد اور طاقت کے مطابق دفاعی اقدامات مرتب

کیے، اور اسی وجہ سے دشمن کو شکست ہوئی۔ یہ اصول آج کے شہری دفاع اور عسکری منصوبہ بندی میں بھی قابل عمل ہیں۔[22]

6.2 کمیونٹی اور اجتماعی تنظیم کی اہمیت

غزوہ خندق کے دوران مدنی کمیونٹی کے تمام گروہوں کا اجتماعی تعاون ایک واضح سبق ہے۔ انصار، مہاجرین، اور دیگر قبائل نے مشترکہ ذمہ داری نبھائی، جس سے نہ صرف عسکری بلکہ اخلاقی قوت بھی مضبوط ہوئی۔ آج کے معاصر معاشروں میں، اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ کمیونٹی کی تنظیم اور اجتماعی تعاون بحران کی صورتحال میں کامیابی کے لیے لازمی ہیں۔[23]

اس طرح، معاشرتی اتحاد اور مشترکہ ذمہ داری، چاہے وہ دفاعی ہو یا سماجی، ایک مضبوط اور مستحکم معاشرہ پیدا کرتے ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ خندق کی تیاری میں ہر گروہ کی مخصوص ذمہ داری نے ایک مربوط اور منظم دفاع کی بنیاد رکھی۔[24]

6.3 عسکری اور شہری دفاع میں اتحاد اور حکمت عملی کا کردار

غزوہ خندق کی تاریخی حکمت عملی آج کے شہری اور عسکری دفاع میں بھی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اس واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ دفاعی کامیابی کے لیے اتحاد، منصوبہ بندی اور وسائل کی بہترین تقسیم لازمی ہے۔ اگر فوجی اور شہری ادارے اجتماعی تعاون کے اصول اپنائیں، تو دشمن کے کسی بھی حملے کا مؤثر ردعمل ممکن ہے۔[25]

مزید برآں، خندق کی مثال یہ ظاہر کرتی ہے کہ دفاع میں تخلیقی اور غیر روایتی حکمت عملی اپنانا ضروری ہے، جس سے کمزور قوت بھی بڑی فوج یا خطرناک صورتحال میں کامیاب ہو سکتی ہے۔[26]

7 نتیجہ

غزوہ خندق نہ صرف اسلامی تاریخ کے اہم اور روشن صفحات میں سے ایک واقعہ ہے بلکہ یہ دفاعی حکمت عملی اور اجتماعی اتحاد کی لازوال مثال بھی ہے۔ تاریخی مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ معرکہ محض ایک فوجی تنازعہ نہیں تھا، بلکہ اس میں مسلمانوں کی بصیرت، منصوبہ بندی، اور اخلاقی قوت نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ مدینہ کے باشندوں نے اجتماعی تعاون، ذمہ داری کی تقسیم، اور حکمت عملی کے ذریعے دشمن کی طاقت کو ناکام بنایا، اور اس کے نتیجے میں ایک مضبوط اور متحد معاشرتی ڈھانچہ قائم ہوا۔

دفاعی حکمت عملی کے پہلو سے، غزوہ خندق نے یہ سبق دیا کہ محاصرے، طاقت کے عدم توازن، یا دشمن کی تعداد کے باوجود، صحیح منصوبہ بندی، درست تخلیقی حکمت عملی، اور عملی تعاون سے کامیابی ممکن ہے۔ یہ سبق آج کے معاصر عسکری اور شہری دفاع میں

بھی قابل عمل ہے، جہاں اتحاد اور اجتماعی ذمہ داری کسی بھی منصوبے کی کامیابی کی کلید ہے۔

معاصر دنیا میں اس تاریخی سبق کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ دفاع صرف فوجی طاقت پر منحصر نہیں، بلکہ منصوبہ بندی، کمیونٹی کا تعاون، اخلاقی جذبہ اور وسائل کی منظم تقسیم بھی لازمی ہیں۔ آج کے معاشرتی اور عسکری ڈھانچے میں، غزوہ خندق کی مثال ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ اگر جماعتیں متحد ہوں اور مشترکہ حکمت عملی اپنائیں، تو کسی بھی خطرے یا چیلنج کا مؤثر مقابلہ ممکن ہے۔

حوالہ جات

[1] ابن اسحاق، محمد، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ محمد صالح، بیروت: دار الفکر، 2000، ص.345–347

[2] ابن ہشام، محمد، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1988، ص.412–415

[3] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985، ص.620–623

[4] ابن ہشام، محمد، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1988، ص.430–433

[5] ابن اسحاق، محمد، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ محمد صالح، بیروت: دار الفکر، 2000، ص.350–352

[6] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985، ص.625–628

[7] ابن قتیبہ، احمد، المعرفۃ فی سیرۃ الرسول، بیروت: دار الفکر، 1990، ص.142–145

[8] ابن کثیر، اسماعیل، البدایہ والنہایہ، بیروت: دار الفکر، 1995، ص.702–705

[9] ابن ہشام، محمد، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1988، ص.435–437

[10] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985، ص.630–632

[11] ابن قتیبہ، احمد، المعرفۃ فی سیرۃ الرسول، بیروت: دار الفکر، 1990، ص.148–150

[12] ابن اسحاق، محمد، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ محمد صالح، بیروت: دار الفکر، 2000، ص.355–357

[13] ابن کثیر، اسماعیل، البدایہ والنہایہ، بیروت: دار الفکر، 1995، ص.710–712

[14] ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ج1، ص453

[15] ایضا

[16] ابن اسحاق، محمد، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ محمد صالح، بیروت: دار الفکر، 2000، ص.360–362

[17] ابن ہشام، محمد، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1988، ص.440–442

[18] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985، ص.635–638

[19] ابن کثیر، اسماعیل، البدایہ والنہایہ، بیروت: دار الفکر، 1995، ص.720–722

[20] ابن قتیبہ، احمد، المعرفۃ فی سیرۃ الرسول، بیروت: دارالفکر، 1990، ص.155–158

[21] ابن اسحاق، محمد، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ محمد صالح، بیروت: دار الفکر، 2000، ص.360–362

[22] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985، ص.635–638

[23] ابن ہشام، محمد، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1988، ص.440–442

[24] ابن کثیر، اسماعیل، البدایہ والنہایہ، بیروت: دار الفکر، 1995، ص.720–722

[25] ابن قتیبہ، احمد، المعرفۃ فی سیرۃ الرسول، بیروت: دار الفکر، 1990، ص.155–158

[26] الرافعی، احمد، الدروس العسکریۃ فی الاسلام، بیروت: دار الفکر، 2002، ص.45–50